حضرت اسماعیلؑ کی قربانی اور تربیت اولاد

(خطبہ عیدالاضحیہ فرمودہ ۱۸ اپریل ۱۹۹۷ء بمقام اسلام آباد، ٹلفورڈ، انگلستان)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے مندرجہ ذیل آیات کریمہ کی تلاوت فرمائی:

وَقَالَ اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ سَیَهْدِیْنِ ﴿۱۰۰﴾ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ
الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِیْمٍ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ
قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا
تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ
الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۰۳﴾ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ ﴿۱۰۴﴾ ۚ وَنَادَیْنٰهُ اَنْ
یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ ﴿۱۰۵﴾ ۙ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی
الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ ﴿۱۰۷﴾ وَفَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ
عَظِیْمٍ ﴿۱۰۸﴾ وَتَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ ﴿۱۰۹﴾ ۖ سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ ﴿۱۱۰﴾
كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۱۱﴾ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۲﴾

(الصّٰفّٰت: ۱۰۰-۱۱۲)

اور پھر فرمایا:

یہ آیات جن کی میں نے تلاوت کی ہے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس دعا کی قبولیت کو ظاہر فرما رہی ہیں جس دعا میں آپؑ نے صالح اولاد کی التجا کی تھی۔ وہ دعا کیسی تھی؟ کس تضرع کے ساتھ کی گئی تھی؟ کس خلوص کے ساتھ وہ دعا مانگی گئی؟ اس کا اظہار قبولیت کے ذریعہ سے

ہمارے سامنے کیا گیا ہے ورنہ بہت ہیں جو رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنَ الصّٰلِحِيْن یا رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴿۱۰۱﴾ (الصافات:۱۰۱) کی دعائیں کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہمیں بھی صالح اولاد عطا فرما مگر ہر ایک کی دعا مختلف رنگ میں سنی جاتی ہے۔

پس سب سے پہلی بات جو قابل توجہ ہے جماعت کے سامنے کھولنی چاہتا ہوں کہ یہ وہ سنت ابراہیمؑ ہے جو مسلسل اس وقت سے چلی آرہی ہے اور قرآن کریم نے اس کو بارہا مختلف رنگ میں صرف ابراہیمؑ کے حوالے سے ہی نہیں بلکہ اور انبیاء علیہم السلام کے حوالے سے بھی پیش فرمایا لیکن ہر دعا کا نتیجہ الگ الگ نکلا اور دعا ایک ہی تھی کہ اے خدا! مجھے صالح اولاد عطا فرما۔ تو محض الفاظ پر دعا کی قبولیت منحصر نہیں ہوا کرتی بلکہ کس الحاح، کس خلوص، کس بیقراری اور کامل سپردگی کے ساتھ وہ دعا کی جارہی ہے اس پر نتیجہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس دعا کو کس رنگ میں قبول فرمایا جائے؟ تو الفاظ تو وہی ہیں جو دیگر انبیاء کے حوالے سے بھی ملتے ہیں اور سب مومن بھی یہی دعائیں کرتے ہیں۔ ہمیں صالح اولاد عطا فرما، ہمیں صالح اولاد عطا فرما مگر اس دعا کے بعد پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے قبولیت کا نشان اسی حد تک اسی رنگ میں ظاہر ہوگا جس حد تک اللہ تعالیٰ دعا کرنے والے کے دل پر نظر رکھتے ہوئے یہ معلوم فرمائے گا کہ کس حد تک خلوص کے ساتھ دعا کی گئی ہے؟ اور خلوص کی دعاؤں کے بعد پھر ذمہ داری ختم نہیں ہو جاتی، پھر مسلسل ان دعاؤں کی قبولیت کے ساتھ ایک محنت کا دور ہے جس کا ذکر اس قبولیت کے نشان میں ملتا ہے اور اس حوالے سے آج ہمارے لئے یہ دعا اسی طرح مشعل راہ ہے جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں یا اس سے پہلے یا اس کے بعد میں تھی مگر ان آیات پر غور کرنے سے ہمیں تربیت کے گہرے اصول بھی معلوم ہوتے ہیں اور یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ کب تک ہماری محنت اور تربیت کا دور جاری رہنا چاہئے؟ **واقفین نو** کے حوالے سے خصوصیت کے ساتھ میں آج کی اس عید کے خطبے میں آپ کو بعض امور ان آیات کی روشنی میں سمجھانا چاہتا ہوں۔

دعا یہ ہے رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴿۱۰۱﴾ اے میرے رب! مجھے صالحین میں سے عطا فرما فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ﴿۱۰۲﴾ ہم نے اسے ایک حلیم بیٹے کی خوش خبری دی۔ لفظ حَلِيْمٍ میں بھی حضرت ابراہیمؑ کی دعاؤں کا رنگ ظاہر فرما دیا گیا کیونکہ حَلِيْمٍ ایک ایسے بیٹے کو کہتے ہیں جو بہت ہی متوازن مزاج اور حوصلے والا ہو اور بے صبرا نہ ہو اور تکلیف دہ باتوں کو بھی بڑے حوصلے اور بردباری

کے ساتھ برداشت کرنے والا ہو۔ تو صالحین کا تصور جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذہن میں تھا اس کا حلم کے ساتھ تعلق تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کے ذہن میں جو صالحیت کا معیار تھا اس میں وہ ساری باتیں داخل تھیں جو قبولیت کے نشان کے طور پر ظاہر ہوئیں۔ پہلی ان میں سے یہ ہے حلیم بیٹے کی دعا مانگی ہے آپ نے تبھی حلیم بیٹا عطا کیا گیا اور حلم کا لفظ بہت ہی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ انسان کی نیکیوں میں وقار پیدا کرنے کے لئے اس کی آزمائش کے وقت جس طرح وہ اس آزمائش کے دور سے گزرتا ہے اس میں ایک عظمت پیدا کرنے کے لئے حلم بہت ضروری ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی جو الہام ہوا تھا اس میں تھا:

''وہ دل کا حلیم ہوگا'' (تذکرہ صفحہ:۱۱۰)

اور لفظ ''دل کا حلیم ہوگا'' میں ایک یہ بھی مضمون تھا کہ بسا اوقات تم اس کو غصہ میں بہت زیادہ تکلیف کا اظہار کرتے ہوئے بھی دیکھو گے لیکن یہ نہ سمجھ لینا کہ وہ غصہ میں آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ کیونکہ دل کا حلیم ہوگا اور ہمیشہ حضرت مصلح موعودؓ کے سارے کردار پر یہ بات چھائی رہی کہ غصہ کے اظہار کے وقت جو شدت اختیار کر جایا کرتے تھے بعد میں دل کا حلم سو طریق سے ظاہر ہوتا تھا۔ جس پر اظہار ناراضگی کیا تھا اس کی دلجوئی فرمایا کرتے تھے، طرح طرح سے اس کی فکر کرتے تھے۔ تو یہ دل کا حلم ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے کے لئے سراپا حلم کی خوشخبری کے طور پر آیا صرف دل کے حلیم ہونے کے لحاظ سے نہیں۔

فَبَشَّرْنٰهُ بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ﴿۱۰۲﴾ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ

اس حلم کا اول تعلق حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی ذات سے تھا کیونکہ یہ جو مضمون ہے یہ ایک حلیم باپ کے سوا کسی اور کے متعلق بیان کرنا تو درکنار سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ یہ حیرت انگیز مضمون ہے جو اس کے بعد کھلتا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب تک حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اس عمر کو نہیں پہنچے کہ وہ آپؑ کے ساتھ دوڑنے پھرنے لگے اور کاموں میں ہاتھ بٹانے لگے اس وقت تک حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی اس رؤیا کا ذکر ان سے نہیں فرمایا جو قربانی کی رؤیا تھی اور ارادہ کئے ہی بیٹھے تھے کہ اس رؤیا کو میں پوری کروں گا لیکن پوری اس طرح کروں گا جیسے

میرا خدا چاہے گا یا جیسا کہ میرے خدا نے مجھے حلم اور رشد عطا کئے ہیں یعنی بیٹے کی قربانی کا معاملہ ہے، بیٹے سے پوچھے بغیر نہیں لوں گا۔

اب یہ بھی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک عظیم شان ہے جو اس سے ظاہر ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ کے ہر لفظ پر جان فدا کرنے کے لئے تیار بیٹھے ہیں، بیٹا عطا ہوا ہے اور بڑی مرادوں اور منتوں سے مانگا ہوا بیٹا ہے اور رؤیا اس کے متعلق یہ دیکھتے ہیں کہ میں اس پر چھری پھیر رہا ہوں۔ اس چھری پھیرنے کے منظر کو آپؑ نے کئی طرح سے پورا فرما دیا کیونکہ رؤیا نہ پورا کرنے کا تو آپ کے لئے کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا مگر ایک ایسا پہلو تھا جس پر آ کر طبیعت کچھ جھجکتی تھی اور وہ آپ کے نور نبوت کی روشنی میں ایسا ہی ہونا چاہئے تھے اور وہ تھا جسمانی قربانی۔

پس حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اس بیٹے یعنی حضرت اسماعیل علیہ السلام کو لے کر گھر سے نکلے اور ایک بیابان میں چھوڑنے کے ارادے سے نکلے، وہ بیابان جس کے مرکز میں خدا کا پہلا گھر بنا ہوا تھا اور جس کے پرانے آثار وہاں ابھی تک باقی تھے مگر کھوج اور ڈھونڈنے سے وہ تلاش کئے جا سکتے تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس رؤیا کا لازماً یہی مطلب سمجھا ہوگا کہ وہ خدا کے حضور پیش کیا جانے والا بیٹا ہے، اس کی خاطر قربان ہو جانے والا بیٹا ہے اور اتنا انتظار کہ وہ بہت بڑا ہو جائے اور پھر میں اس سے پوچھوں یہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قربانی کی روح کے منافی تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس کا تو یہ حال تھا ہم نے کہا اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ (البقرۃ:۱۳۲) وہ تو میرے حکم اور اس کی فرمانبرداری کے اظہار میں ایک ذرہ بھی فاصلہ نہیں پڑنے دیتا تھا۔ ہم نے کہا اے ابراہیم! اَسْلِمْ تو ہمارے سپرد ہو جا۔ اس نے کہا اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں تو سپرد ہوا بیٹھا ہوں میرے آقا، میرے لئے کسی انتظار کا کوئی سوال نہیں، میں ہو چکا سپرد۔ اِدھر فرمایا اُدھر ہو گیا۔ یہ منظر ہے آپ کی فطرت سلیمہ کا جو قرآن کریم کی آیت پیش کرتی ہے۔

پس اس رؤیا کے عملی اظہار کے لئے، اس پر عمل کرنے کے لئے ممکن نہیں تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس وقت تک انتظار کرتے کہ بیٹے کی مرضی شامل ہو جاتی اور نور نبوت سے آپ یہ بات جانتے تھے کہ کسی باپ کو یہ حق نہیں ہے کہ اس کی مرضی کے خلاف اپنے بیٹے کو قربان

کردے۔ ہر شخص کا ایک انفرادی حق ہے جو بہرحال قائم ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ جسمانی قربانی سے پہلے آپ نے حضرت اسماعیلؑ کے باشعور ہونے کا انتظار کیا ہے اور چونکہ دل بے قرار تھا قربانی کے لئے اس لئے پہلا اظہار یہ کیا کہ خانہ کعبہ کے پاس اس بیٹے کو چھوڑ دیا جو ابھی ایک ایسے کھنڈر کی صورت میں تھا جو ریت تلے دب چکا تھا۔ اس کے کوئی ظاہری نشان بھی دکھائی نہیں دیتے تھے۔ پس وہاں گئے، ان نشانات کا کھوج لگایا، ان کو معلوم کر کے اس کے قریب اپنی بیوی اور اس بچے کو چھوڑ گئے۔ ایک مشکیزہ پانی کا اور کچھ جَو تھے جو پیچھے رہ گئے اور اس قربانی کو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالیا اور حیرت انگیز طور پر اس قربانی کی قبولیت کے آثار ظاہر فرمائے، دور دور سے قافلے وہاں آنے لگے انھوں نے ان کے لئے ہر قسم کے پھل تحفے لائے، وہ ان کے لئے ہر قسم کی نعمتیں اور ہر قسم کی غذائیں مختلف ملکوں سے وہاں لانے لگے۔

مگر وہ پانی کا چشمہ جس کے گرد وہ قافلے اکٹھے ہوئے تھے وہ ابتداً ایک ظاہری پانی کا چشمہ تھا یعنی زمزم کا کنواں بنا، وہاں حضرت اسماعیل علیہ السلام جس مقام پر ایڑیاں رگڑ رہے تھے ان ایڑیوں کی رگڑ سے ہی وہ پانی جو پہلے سے دبا ہوا تھا اور اچھلنے کو تیار بیٹھا تھا اللہ تعالیٰ کے حکم سے عین اس لمحے وہ پھوٹ پڑا جب حضرت اسماعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں پر ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔ تو وہ پانی جو آپ کے لئے اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ زندگی کا پانی بن گیا بلکہ بہت سی قوموں کے لئے، بہت سے قافلوں کے لئے وہ زندگی کا پانی بنا وہ ظاہری صورت میں تو ایک مادی پانی تھا مگر آپ کے پاؤں تلے سے نکلا اور اس پانی نے قافلوں کو کھینچا ہے کیونکہ پانی کے ظاہر ہوتے ہی بہت سے پرندے وہاں اردگرد پھرنے لگتے ہیں، بہت سے سبزے کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ پیشتر اس کے کہ ان کی غذا ختم ہو جاتی اس پانی نے پرندوں کو بھی کھینچا ہوگا، ایسے آثار ظاہر ہوئے ہوں گے کہ قافلے دور دور سے دیکھ کر پانی کی تلاش میں وہاں پہنچتے ہوں گے۔

پس وہی آپ کی ایڑی کے نیچے سے نکلنے والا پانی آپؑ کی جسمانی غذا اور قوت کا موجب بھی بن گیا اور اسی پانی سے جب وہ روحانی رنگ میں ظاہر ہوا تو عرب کا صحرا ہی نہیں سارا عالم سرسبز و شاداب ہو گیا۔ یعنی وہ پانی جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر قرآن کی صورت میں نازل ہوا ہے۔ تو کس طرح اللہ تعالیٰ کی حکمت کی باتیں ہیں، کیسے لطیف انداز ہیں، ایک دعا کی قبولیت کیسے کیسے رنگ

دکھاتی ہے! دنیاوی فوائد بھی رکھتی ہے، روحانی فوائد بھی رکھتی ہے مگر اس دعا کرنے والے کے رنگ ہیں، اس کی قربانی کی روح ہے جو دراصل دعا کا رنگ لاتی ہے اور ہمیشہ اس دل کی روح اور جذبے کا قبولیت دعا سے ایک تعلق ہوا کرتا ہے۔ پس رَبِّ هَبۡ لِیۡ مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ﴿۱۰۱﴾ دیکھنے میں ایک عام سی دعا ہے۔ اے میرے رب! مجھے صالح عطا فرما۔ لیکن صالح صالح کا فرق ہوا کرتا ہے۔ صالح مانگنے والے اور صالح مانگنے والے کا فرق ہوا کرتا ہے۔ آپؑ نے کس شان کا صالح مانگا تھا؟ وہ شان ہے جو بعد کے آنے والی آیات جو اس کے معاً بعد آ رہی ہیں اس شان کو ظاہر کر رہی ہیں۔

پس اس دوران کہ وہ اپنی اس عمر کو پہنچا کہ حضرت ابراہیمؑ کے ساتھ دوڑتا پھرتا، کاموں میں حصہ لیتا تھا، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی تربیت کی طرف توجہ کی ہے اور ایسی عظیم الشان تربیت کی ہے کہ اس کے نتیجے میں ناممکن تھا کہ وہ اپنے باپ کے ساتھ اس قربانی میں شامل نہ ہو جاتا جیسے باپ نے سر تسلیم خم کیا تھا اسی طرح وہ بھی سر تسلیم خم نہ کرتا۔ تو یہ دوسرا پہلو ہے جو اولاد کا نیک چاہنے والوں کو پیش نظر رکھنا چاہئے ورنہ ان کی ساری دعائیں بیکار جائیں گی اور باطل ٹھہریں گی۔ وہ لوگ جو اپنی اولاد کے لئے مِنَ الصّٰلِحِیۡنَ کی دعائیں تو مانگتے ہیں لیکن ہمہ وقت ان کی ایسی تربیت نہیں کرتے جس کے نتیجے میں اولاد کو صالح بننا چاہئے، اولاد کے لئے اور چارہ نہ رہے سوائے اس کے کہ وہ صالح بن جائیں اور پھر اس سارے عرصے میں دعائیں ساتھ جاری رہنی چاہئیں۔

یہ وہ مضمون ہے جس کو یہ آیات پیش کر رہی ہیں کہ جوانی تک حضرت اسماعیلؑ کی ایسی تربیت فرمائی کہ جب وہ اس عمر کے مقام کو پہنچے جہاں بلوغت کے نتیجے میں انسان اہم فیصلے کرسکتا ہے مگر ابھی کامل بلوغت نہیں تھی۔ مَعَهُ السَّعۡیَ کا مطلب ہے وہ دوڑتے پھرنے والی عمر تھی۔ یعنی یہ نہیں کہہ سکتے کہ اٹھارہ سال کا ہو گیا۔ دس بارہ سال کا جو عمر کا زمانہ ہے وہی لڑکپن کا زمانہ ہے جو ان الفاظ مَعَهُ السَّعۡیَ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس وقت آپ نے حضرت اسماعیل کو الگ کر کے ان سے ایک بات پوچھی، پہلے انہیں ایک بات بتائی اور وہ بات یہ تھی یٰبُنَیَّ اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اے میرے بیٹے! میں ایک خواب دیکھتا ہوں یعنی مسلسل یہ خواب مجھے دکھائی جا رہی ہے۔ ایک لمبے عرصے سے یہ خواب دیکھتا چلا جا رہا ہوں۔ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُکَ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی پس غور تو کر! غور کر کے مجھے بتا اس بات کا کہ تیری کیا رائے ہے؟ یہ نہیں فرمایا بس میں

تجھے ذبح کروں گا۔ اسے سمجھائی بات کہ میں یہ خواب دیکھتا ہوں مگر اس کے پورے کرنے کا انحصار تجھ پر ہے۔ تو جس رنگ میں اسے پورا کرنے کے لئے اپنے آپ کو آمادہ پائے گا مجھے بتادے تا کہ میں اس کے مطابق عمل کروں فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى۔

ایک عجیب بیان ہے، بہت ہی دلکش اور خوبصورت، میرے بیٹے غور کر کہ تیری کیا رائے ہے اس بارے میں؟ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ میری رائے؟ میری رائے تو اس کے سوا اور کچھ نہیں جو اللہ کا حکم ہے۔ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ مجھ پر جو گزرے گزر جائے اے میرے باپ! تو وہی کر جس کا تجھے حکم دیا جاتا ہے۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میری فکر نہ کر سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ یقیناً مجھے اللہ کے فضل کے ساتھ، اگر وہ چاہے گا تو صبر کرنے والوں میں سے پائے گا۔

اب یہ جو قبولیت دعا کا عظیم الشان اظہار ہے یہ تاریخ عالم میں اس سے پہلے کبھی کسی نے نہیں دیکھا۔ ایسا بیٹا جس کو قربان کرنے کا حکم بار ہا دیا جا رہا ہے اور عملاً قربان کر بیٹھے ہیں۔ ایک بے آب و گیاہ وادی میں اس کو پھینک آئے ہیں۔ اس بیٹے کے عملاً جسمانی طور پر ذبح کرنے کے انتظار میں وہ وقت کاٹا ہے لیکن اس کی مرضی کو شامل کئے بغیر یہ اس بات پر دل آمادہ نہیں ہوتا اور بیٹے کی تربیت مسلسل ایسے رنگ میں کی گئی ہے کہ جب وہ قربانی کا وقت آتا ہے تو کہتا ہے اے میرے باپ تو کر گزر جو تجھے حکم دیا گیا ہے سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ اور مجھے تو تو ضرور اللہ کے فضل کے ساتھ اگر وہ چاہے گا تو صابرین ہی میں سے پائے گا۔

فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۴﴾ پس وہ جب دونوں اپنے آپ کو خدا کے سپرد کر بیٹھے۔ پہلے تو 'اسلم' کے منظر میں حضرت ابراہیمؑ اکیلے ہی مخاطب تھے اب وہ دو ہو گئے ہیں جو خدا کی رضا مندی میں اپنے آپ کو، اپنی روح کو کلیۃً خدا کے قدموں پہ ڈال دیتے ہیں۔ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۴﴾ جب وہ دونوں رضا مند ہو گئے اور آپ نے اسے پیشانی کے بل گرا دیا۔ یعنی زمین پہ ڈال دیا پیشانی کے رخ تا کہ وہ دیکھ نہ سکیں اور آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے ہوئے قربانی کرنا یہ حضرت ابراہیمؑ جیسے نہایت نرم دل اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ (ھود: ۷۶) انسان کے لئے تو بہت ہی مشکل کام تھا اور یہ قربانی وہ انسان کر رہا ہے جس کا دل بے انتہا نرم تھا۔ قرآن نے گواہی دی ہے کہ یہ ابراہیمؑ کوئی

سخت دل انسان نہیں تھا۔اس کا تو بات بات پر دل پگھل جایا کرتا تھا۔اس قوم کے لئے بھی اس کا دل پگھل گیا جو حضرت لوطؑ کی قوم تھی ،جس کی طرف عذاب کے فرشتے آئے تھے اور اللہ تعالیٰ نے جو محاورہ استعمال فرمایا ہے وہ عجیب ہے ’’ہم سے ان کے بارے میں جھگڑنے لگا۔‘‘ ابراہیمؑ جو کامل تسلیم ورضا کا مرقع تھے،ایسے کہ دنیا کی آنکھ،آسمان کی آنکھ نے کبھی اس سے پہلے ایسا نہیں دیکھا تھا۔جہاں کسی قوم کی ہلاکت کا وقت آتا ہے تو اللہ تعالیٰ پیار کے اظہار کے طور پر کہتا ہے وہی ابراہیمؑ جو اَوَّاہٌ مُّنِیْبٌ تھا۔ جو حلیم تھا، جو ہر وقت میرے سامنے جھکا رہتا تھا ان لوگوں کے لئے مجھ سے جھگڑنے لگا اور دلیلیں دینے لگا کہ اے خدا! کیوں؟ ان کو بچالے، کیوں؟ ان سے درگزر فرما۔

یہ جو ابراہیمؑ ہے، یہ ہے کامل ابراہیمؑ کا نقشہ جو حیرت انگیز ہے اس موقع پر، اَوَّاہٌ مُّنِیْبٌ کے لئے کتنا مشکل کام ہوگا اپنے بیٹے کو ذبح کرنا؟ اوندھے منہ ان کو لٹایا پیشانی کے بل فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ ﴿۱۰۴﴾ وَنَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۱۰۵﴾ ہم نے پھر ابراہیم کو یہ آواز دی کہ اے ابراہیم !قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا تو نے اپنی رؤیا پوری کردی۔ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ ہم اسی طرح محسنین کو جزا دیا کرتے ہیں۔

اب اس میں ایک اہم بات جو قابل توجہ ہے وہ یہ ہے کہ شدید ترین قربانی کے باوجود جہاں تک دل کی نرمی کا تعلق ہے وہ اسی طرح قائم رہنی چاہئے اور قائم رہتی ہے اور جتنا زیادہ دل نرم ہو اتنا ہی قربانی اور زیادہ عظیم ہوتی چلی جاتی ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مضمون کو ایک ایسے رنگ میں بھی بیان فرمایا ہے جس کی طرف عام توجہ نہیں جاتی۔اگرچہ یہ درست ہے کہ وہ قربانی کا جانور جہاں تک روایات ہیں وہ ایک جھاڑی میں پھنسا ہوا تھا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے کشفی رنگ میں بھی بیان فرمادیا ہے یعنی جتنے امکانی پہلو تھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان پر غور کر کے ان کو قبول فرماتے اور ہماری ہدایت کے لئے ان کو کھول کھول کر بیان فرمایا کرتے تھے۔

ایک نقشہ آپؑ نے یہ کھینچا ہے کہ ابراہیمؑ نے عملاً اس وقت جس پر چھری پھیری ہے وہ ان کا اپنا بیٹا ہی تھا مگر معلوم ہوتا ہے اس وقت آنکھیں بند ہوئی ہیں اور ایک کشفی حالت میں ایک ربودگی کی حالت پیدا ہوگئی اور پھر کچھ نظر نہیں آیا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اس عرصہ میں وہ جانور وہاں جھاڑی میں

پکڑا گیا، اس عرصے میں آپ اٹھے ہیں، اس جانور کو پکڑ کر لاتے ہیں، بیٹے کو چھوڑتے ہیں، اس کی گردن پر چھری پھیرتے ہیں۔ گویا سارا منظر آپ کے شعور سے غائب ہو گیا اور جب چھری پھیری ہے تب اللہ تعالیٰ نے آواز دی ہے صَدَّقْتَ الرُّءْيَا تو نے رویا پوری کر دی تو دیکھا وہ جانور تھا نہ کہ اسماعیل تھے۔ ایک یہ بھی اس کی قبولیت کا امکانی رنگ تھا جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس لطیف رنگ میں بیان فرمایا ہے۔ پس جو بھی صورت تھی جب وہ قربانی کی چھری چلانے لگے یا جب کشفی حالت میں کچھ معلوم نہیں ہوا کہ وہ کیا کر رہے ہیں اور قربانی کی چھری چلا دی دونوں صورتوں میں خدا نے یہ آواز دی قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا تو نے اپنی رؤیا پوری فرما دی۔

یہاں تک تو مضمون بالکل واضح اور کھلا کھلا ہے اور کسی غیر معمولی تدبر کی ضرورت نہیں پڑتی کہ اس مضمون کو انسان سمجھ جائے۔ ایک دردناک واقعہ ہے جو دردناک واقعات میں سے ایک ایسا استثنائی عظیم رنگ رکھتا ہے کہ اس کی مثال دنیا کے بیان کردہ واقعات میں کہیں دکھائی نہیں دے گی۔ لیکن اس میں جو بات آخر پر بیان فرمائی گئی ہے وہ تعجب کی بات ہے۔ وہ یہ ہے اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ تو نے جو رؤیا پوری کر دی یہ جزا ہے تیرے محسن ہونے کی یعنی ہم ان بندوں کو جو محسن ہیں قربانیوں کی جو رؤیا دکھاتے ہیں یا قربانیوں کی طرف جب بلاتے ہیں تو ان کی جزا یہ ہوتی ہے کہ ان قربانیوں کو پورا کرنے کی توفیق بھی بخشا کرتے ہیں۔

یہ ایک ایسا مضمون ہے جو حیرت انگیز لطافت بھی رکھتا ہے اور عظمت بھی رکھتا ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ احسان کی جزا صرف نعمتیں اور مختلف قسم کے فضلوں کا نازل ہونا ہے۔ جو اعلیٰ درجے کے محسن ہیں ان کی جزا بھی قربانیاں ہی ہوا کرتی ہیں۔ جتنا بڑا محسن ہو گا اتنی ہی بڑی اس کی جزا ہو گی اور سب سے بڑی جزا قربانی کی توفیق عطا فرمانا ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام یہی دعا اپنے لئے مانگا کرتے تھے وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا (البقرۃ:۱۲۹) کہ اے ہمارے رب! ہمیں اپنی قربان گاہیں بھی دکھا اور قربانیاں جس طرح تیرے حضور پیش کرنی ہیں وہ طریق بھی سکھا۔ تو فرمایا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ اے خدا کی راہ میں اپنے آپ کو پیش کرنے والو! یاد رکھو کہ جو منتیں باندھو گے، جن قربانیوں کے ارادے کرو گے ان کی توفیق اگر محسن ہو گے تو تمہیں ملے گی ورنہ تمہیں انہیں پورا کرنے کی توفیق بھی نہیں ملے گی۔

پس مسلسل محسن بننا یعنی اللہ تعالیٰ سے ایسا معاملہ رکھنا جیسے آپ خدا کو دیکھ رہے ہوں اور خدا آپ کو دیکھ رہا ہو اور اس حالت میں زندگی بسر کرنا کہ مسلسل دل سے یہ آواز اٹھے **سبحان من یرانی، سبحان من یرانی** پاک ہے وہ جو مجھے دیکھ رہا ہے، پاک ہے وہ جو مجھے دیکھ رہا ہے۔ اس وقت پھر قربانیاں کرنے کی توفیق یہ جزا ہے نہ کہ نیک عمل، نیک عمل کی جزا قربانیاں ادا کرنے کی توفیق ہے۔ یہ وہ عظیم الشان مضمون ہے جس سے آگے پھر جزا پھوٹتی ہے جو لامتناہی ہے۔ وہ جزا جو اس سے پیدا ہوتی ہے اس کا کوئی کنارہ دکھائی نہیں دیتا۔ وہ ہمیشہ جاری رہنے والی ایک جزا ہے جس کا ذکر قرآن کریم مختلف جگہوں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے فرماتا ہے۔

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا تو تُو رؤیا پوری کر چکا اور کئی کئی رنگ میں پوری کر چکا اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ اس طرح رؤیا پورا کرنے کی توفیق عطا کرتے ہوئے ہم محسنین کو جزا دیا کرتے ہیں اس لئے یہ جزا ہے کہ اس مصیبت میں پڑنا اور باسلامت نکل آنا یہ کوئی آسان بات نہیں ہے۔ جب تک خدا تعالیٰ کا غیر معمولی فضل نہ ہو ایسی عظیم منتیں مانگ کر ان کو پورا نہیں کیا جا سکتا اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿۱۰۷﴾ یہ جو توفیق بخشی گئی ہے یہ تو بہت بڑی بلا تھی، بہت بڑی آزمائش تھی اور ایسی آزمائش جو کھلی کھلی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر جھانک رہی تھی یعنی بلا کو ''عظیم'' نہیں بلکہ ''مبین'' فرمایا گیا ہے۔ ابراہیمؑ کو جس آزمائش کے دور سے خدا نے گزارا وہ اتنی کھلی کھلی آزمائش تھی کہ اس میں کوئی شبہ کی گنجائش ہی باقی نہیں رہی۔ بیٹے کو اپنے ہاتھ سے لٹا کر ذبح کرنے کی آزمائش یہ کوئی مخفی رنگ تو اپنے اندر نہیں رکھتی۔ جو مخفی رنگ رکھنے والی آزمائشیں تھیں وہ پہلے پوری کی جا چکی تھیں۔ اس وقت اس بات پر رضا مند ہونا فرمایا یہ جزا ہے جو ہم نے ابراہیمؑ کو دی اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ﴿۱۰۷﴾ یقیناً **بلاء مبین** تو یہی ہوا کرتی ہے، کھلی کھلی آزمائش اس کو کہا کرتے ہیں، یہ ہوتی ہے۔

وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۸﴾ اور ہم نے اس کو یعنی اسماعیلؑ کو ایک بڑی قربانی کے ذریعہ فدیہ دے کر بچا لیا۔ اس سلسلے میں پہلے بھی میں بارہا ذکر کر چکا ہوں کہ یہاں وہ بکرا یا مینڈھا جو جھاڑی میں پھنسا ہوا تھا وہ **ذبح عظیم** نہیں تھا۔ حضرت اسماعیلؑ کے مقابل پر اس کی حیثیت کیا تھی کہ وہ **ذبح عظیم** کہلائے۔ پس یہاں وَفَدَيْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۰۸﴾ سے ہرگز یہ مراد

نہیں کہ وہ بکرا بڑا عظیم تھا جس کے ذریعے ہم نے اسماعیلؑ کو بچایا۔ مراد ہے وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی قربانیوں کا دور بڑا عظیم ہے جس میں ایک نہیں سینکڑوں ہزاروں بلکہ آئندہ آنے والی نسلوں میں بھی قیامت تک لاکھوں کروڑوں انسان اسماعیل کی طرح اپنی گردنیں پیش کریں گے اور ان کی گردنیں قبول کی جائیں گی، ان کا خون زمین میں بہایا جائے گا۔ یہ وہ **ذبح عظیم** ہے جس کی طرف یہ آیت اشارہ فرما رہی ہے اور جزاء محسنین کی جزا یہ بنی ہے۔ ایک بیٹے کی قربانی پر حضرت ابراہیمؑ آمادہ ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے قربانیوں کا ایک سلسلہ جاری فرما دیا، تا قیامت نہ ختم ہونے والا سلسلہ جاری فرما دیا۔

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿۱۰۹﴾ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۱۰﴾ یہ جزا ہے جو مکمل ہوئی ہے۔ قیامت تک جب تک لوگ خدا کے حضور اپنی پیاری چیزیں، اپنی جان سے زیادہ عزیز زندگیاں اور وجود اور اپنے تعلق رکھنے والے قربان کرتے چلے جائیں گے اس وقت تک ابراہیمؑ کو سلام پہنچتا رہے گا۔ حیرت انگیز بات ہے ایک واقعہ قربانی کا اور وہ بھی ایسا کہ آزمائش میں ڈال کر پھر اس آزمائش کے انتہائی دکھ سے بھی بچا لیا گیا۔ اس کا اتنا بڑا بدلہ؟ یہ اتنا بڑا بدلہ اس دعا کی گہرائی سے تعلق رکھتا ہے ورنہ کتنے ہیں جو صالحین کی دعا کرتے ہیں ان کو ایسا بدلہ ملتا ہے؟ پس پھر میں آپ کو اس طرف متوجہ کرتا ہوں کہ جو اولاد آپ نے خدا کے حضور پیش کی ہے یا آئندہ کریں گے یہ دعائیں اگر پہلے نہیں تھیں تو اب کرتے رہیں کہ اے اللہ تعالیٰ اس قربانی کو اسماعیلؑ کی قربانی کا رنگ عطا فرما۔ یہ ایسی قربانیاں ہوں کہ قیامت تک ان سے آگے پھر قربانیاں پھوٹتی رہیں اور ایک عظیم قوم پیدا ہو جو ان قربانیوں کی یاد کو عملاً اپنی جانیں تیرے حضور پیش کر کے زندہ رکھتی رہے۔ اور ہر ایسی قربانی کے منظر کے وقت لاکھوں کروڑوں دلوں سے یہ آواز اٹھے سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۱۰﴾ سلامتی ہو ابراہیمؑ پر کتنا بڑا احسان کیا ہے!

پس سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿۱۱۰﴾ کی آواز جو آئندہ نسلوں سے اٹھنی ہے اس نے محسنین کا یہ معنی بھی ہمیں دکھا دیا۔ ابراہیمؑ بہت بڑا محسن تھا، اس کی کوکھ سے، اس کی نسل سے وہ عظیم نبی برپا ہونا تھا جس کی خاطر کائنات کو پیدا کیا گیا ہے۔ وہ عظیم نبی برپا ہونا تھا جس نے قربانیوں کے لامتناہی سلسلے قیامت تک جاری کر دینے تھے۔ پس اتنا بڑا محسن انسانیت کا یعنی براہ راست نہ سہی اللہ کے حوالے

سے سہی مگر اس کے دل کی آرزوؤں کو آسمان نے قبول کیا اور آسمان سے وہ رحمت برسائی جس کا نام رحمۃ للعالمین ہے۔ یہ بھی تو ابراہیمؑ کے احسانات میں سے ایک ہے جو انسانیت پر کیے گئے، آئندہ آنے والی نسلوں پر کیے گئے۔ پس فرمایا جو محسن ہو، اس شان کا محسن ہو اس کی آزمائش بھی بہت بڑی ہونی تھی اور اس آزمائش پر اسے پورا اترنے کی توفیق بھی ہم نے عطا کرنی تھی اور جب وہ آزمائش پر اتر جاتا تو مقدر تھا کہ آئندہ اس کی آنے والے دور کی نسلوں میں بھی وہ قربانی جاری رہے اسی جذبے کے ساتھ جاری رہے اور ہر قربانی کے دل سے یہ آواز اٹھے سَلٰمٌ عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ ﴿۱۱۰﴾ اے ابراہیم! تجھ پر سلام ہو، بڑا عظیم الشان وجود تھا۔

آج جبکہ حج کے موقع پر لکھوکھہا انسان تمام دنیا سے اکٹھے ہوتے ہیں وہ آنحضرت ﷺ پر درود بھیجتے ہوئے ابراہیمؑ پر بھی سلام بھیجتے ہیں۔ اور دیکھو کہ خدا تعالیٰ کتنا ذرہ نواز ہے! حیرت کی بات ہے کبھی کسی عمل کو اس جزا سے اتنا بُعد نہیں ہوگا جتنا اس چھوٹے سے عمل کو اس جزا سے ہے جو ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جزا کے طور پر آپؑ کو عطا کی گئی۔ ایک بچے کو قربان کر دینا یہ عملاً اس سے پہلے ہوتا رہا ہے۔ بہت سے بچے ایسے بھی تھے، بہت سی بیٹیاں ایسی بھی تھیں جن کو ماں باپ نے خود بتوں کی بھینٹ چڑھا دیا، فرضی دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھا دیا لیکن اس کی جزاء نہیں، اس کی سزا ان کو جہنم کے وعدے کے طور پر دی گئی۔ یہاں ایک خدا کا محسن بندہ ہے جو قربانی پیش کرتا ہے عملاً اس وقت اس سے وہ قربانی نہیں لی جاتی مگر اس رنگ میں وہ قربانی پوری کر دی جاتی ہے کہ اللہ فرماتا ہے تو پوری کر چکا، تیری طرف سے یہ قربانی قبول ہوگئی لیکن آئندہ اس کے نام کو اتنا بلند کرنا، اتنا روشن کرنا کہ ابراہیم علیہ السلام کے متعلق بائیبل میں لکھا ہے کہ اللہ نے فرمایا کہ آسمان کو دیکھ اور بتا کہ کیا یہ ستارے گن سکتا ہے؟ ابراہیم نے جواب دیا نہیں۔ صحرا کی ریت کو دیکھ، کیا تو ریت کے ذرے گن سکتا ہے؟ ابراہیم علیہ السلام نے جواب دیا نہیں۔ فرمایا میں تیری نسل، ذریت میں اتنی برکت دوں گا کہ آسمان کے ستاروں کی طرح وہ شمار نہیں ہوگی، ریت کے ذروں کی طرح اس کا شمار ممکن نہیں ہوگا۔

پس اللہ تعالیٰ کا احسان ان قربانیوں کے مقابل پر جو پیش کی جاتی ہیں اتنا زیادہ اور اتنا وسیع اور اتنا عظیم اور بلند مرتبہ ہو جاتا ہے اور پھر ہمیشہ جاری رہنے والی وہ جزا ہے جس پر کوئی کنارہ ختم ہونے کا نہیں آیا کرتا۔ اس سے بڑھ کر قربانیوں کی اور کیا مثال پیش کی جاسکتی ہے جس کے نتیجے

میں دل ہر قربانی کے لئے تیار ہوں اور اچھلیں اور اپنا ذرہ ذرہ اس راہ میں قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس سے بڑھ کر شاندار مثال آپ کو کوئی اور دکھائی نہیں دے گی۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو بیان بھی اسی طریق پر فرمایا اور یہ سارا ذکر کرنے کے بعد فرمایا سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبۡرٰہِیۡمَ ﴿۱۱۰﴾ کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۱۱﴾ تم پہلے کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۱۱﴾ سے ڈر نہ جانا، یہ نہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ مصیبت میں ہی مبتلا کر کے احسان کی جزا دیا کرتا ہے۔ مصیبتوں میں مبتلا کرنا احسان کی جزا اس لئے بنتا ہے کہ جب وہ انسان اس امتحان میں پورا اترے پھر جو خدا تعالیٰ کی طرف سے جزا کا سلسلہ ہو اس کی انتہا ہی کوئی نہیں رہتی۔ فرمایا اس طرح ہم نے ابراہیم کو پہلے قربانی کی توفیق بخشی، پھر اس قربانی کو قبول کرتے ہوئے لامتناہی جزا کا سلسلہ جاری فرما دیا کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۱۱﴾ اِنَّہٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۱۱۲﴾ یقیناً وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔

اس مضمون کو سمجھنے کے بعد جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے ہمیں اپنی زندگیوں میں اسے جاری کرنے کی پر خلوص کوشش کرنی ہے اور توفیق وہی ملے گی جس کی ہمارے دلوں کو اور نیتوں کو توفیق ملتی ہے۔ ہماری دعائیں اس دل کی گہرائی سے اٹھنے والے مقام سے تعلق رکھتی ہیں جس مقام سے وہ دعائیں اٹھ رہی ہیں اور وہ دعائیں بسا اوقات ہونٹوں سے بھی اٹھا کرتی ہیں اور گلے تک بھی نہیں اترا کرتیں۔ بعض دفعہ گلے سے نیچے دل تک پہنچ جاتی ہیں مگر دل کی سطح پر رہتی ہیں، بعض دفعہ اور گہرا دل میں ڈوب جاتی ہیں۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا دل کی اس گہرائی سے اٹھی ہے جس سے پرے کسی گہرائی کا تصور ممکن نہیں ہے اور جتنا یہ دعا جھکی تھی خدا کے حضور اتنا ہی اس کو رفعت عطا کی گئی، جتنا اس میں حوصلہ تھا، جتنا اس دعا میں حلم تھا، جتنا اس میں وسعت تھی اسی نسبت سے یہ دعا قبول فرمائی گئی۔

تو سب سے پہلے تو اپنی دعاؤں کی اصلاح کریں اور اپنی دعاؤں میں وہ گہرائی پیدا کریں ورنہ ہونٹوں سے اٹھنے والی دعائیں ہونٹوں سے ہی قبول ہونگی اور اس سے زیادہ ان کا کوئی نیک اثر آپ نہیں دیکھیں گے۔ پس دعاؤں کو صالح کرنا اور ان کے اندر گہرائی اور خلوص پیدا کرنا، تسلیم و رضا پیدا کرنا یہ سب سے اہم نکتہ ہے جس کو سمجھے بغیر ہم قبولیت دعا کے راز سمجھ ہی نہیں سکتے۔ پھر مسلسل ان دعاؤں کی نیک اعمال سے پیروی کرنا اور اپنی اولادوں کی نگرانی کرتے چلے جانا تا کہ خدا تعالیٰ کے حضور یہ اسی طرح نشوونما پا کر بڑے ہوں جیسا ہم چاہتے ہیں کہ یہ ہوں اور اسی طرح وہ قبول کئے

جائیں۔ یہاں تک انسان کے بس کی بات ہے اس سے زیادہ نہیں۔ پھر آگے جو سلسلہ شروع ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا ہے پھر انسانی تصور سے بہت بڑھ کر اتنا کہ اس کے خواب وخیال میں بھی نہیں آسکتا، اتنا جزا کا سلسلہ شروع ہوتا ہے اور پھر وہ کبھی ختم نہیں ہوتا۔

پس خدا کے حضور آج ہم جو اپنی اولادیں اور بچے پیش کر رہے ہیں یا اپنی جانیں پیش کر رہے ہیں ان کو اسی نیت اور اسی خلوص کے ساتھ پیش کریں جس نیت اور خلوص کے ساتھ ابراہیمؑ نے دعائیں مانگی تھیں اور اپنی آنے والی نسلوں کو پیش کیا تھا انہی رستوں میں حضرت محمد مصطفی ﷺ آپ کی دعاؤں کی قبولیت کا معراج بن کر اٹھے ہیں اور اتنی بلندی تک، اتنی رفعتوں تک جا پہنچے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تصور میں بھی نہیں تھا کہ کس شان کا نبی ہے جو مجھے عطا کیا جائے گا۔ یہ رفعتیں جو آنحضرت ﷺ کی نصیب ہوئی ہیں یہ واقعۃً حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذہن کی پہنچ سے باہر تھیں اور اس مضمون کو میں پہلے دوسرے وقتوں میں کھول چکا ہوں۔

لیکن یہ امر واقعہ ہے کہ جو مانگا تھا بہت بڑا مانگا تھا لیکن جو عطا کیا گیا ہے اس سے بہت بڑا تھا جو مانگا گیا تھا۔ یہ بھی ایک محسنین کی جزا کا رنگ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمانیت رکھتی ہے اور اسی رنگ سے پھر محسنین کو جزا دی جاتی ہے اور حضرت رسول اللہ ﷺ کے حوالے سے آپ کو یہ سلام پہنچایا گیا۔ پس كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۱﴾ میں یہ بھی ایک بہت عظیم بات ہے کہ سلام کسی کس وناکس کے حوالے سے نہیں پہنچ رہا محمد رسول اللہؐ کے نام کے ساتھ تجھے سلام پہنچے اور یہی وہ سلام ہے جو قیامت تک جاری رہے گا۔ اب تمام دنیا کی مذہبی عبادتوں کا مطالعہ کر کے دیکھ لیں وہ ساری قومیں جو ابراہیم کو مانتی ہیں اور بڑی عظمت دیتی ہیں ان کی کسی مذہبی عبادت میں ابراہیمؑ پر سلام بھیجنا داخل نہیں ہے جب تک حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تشریف نہیں لائے اس وقت تک اس تمام عرصے میں جو حضرت ابراہیمؑ کی بعثت کے بعد گزرا، رسول اللہ ﷺ کی بعثت تک گزرا کہیں آپ کو ابراہیمؑ پر سلام بھیجنے کا کوئی ذکر نہیں ملے گا اور جس سلام کا وعدہ دیا گیا ہے اس کی رفعت اور اس کی عظمت کو بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ فرمایا ایسا سلام جو محمد رسول اللہؐ کے حوالے سے دیا گیا ہو!

آج جب بھی آپ درود پڑھتے ہیں اور کل جب بھی مسلمان درود پڑھیں گے اور ہمیشہ پڑھتے چلے جائیں گے۔ جب سے درود شروع ہوا ہے ابراہیمؑ کے نام کا سلام ہمیشہ سے اس درود میں

شامل فرما دیا گیا اور اس نام کا سلام آج بھی پہنچ رہا ہے اور کل بھی پہنچے گا اور وقت کے گزرنے کے ساتھ ان دونوں کا شمار ممکن نہیں رہے گا جو یہ سلام ابراہیم کو بھیج رہے ہیں۔ فرمایا سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبۡرٰهِیۡمَ ﴿۱۱۰﴾ ابراہیم پر سلام ہو مگر کیسا سلام؟ كَذٰلِكَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ ﴿۱۱۱﴾ اب دیکھو ہم کتنی رحمت کرنے والے ہیں! انسان کی قربانیوں کو خواہ بظاہر چھوٹی ہوں ان کے دل کے پیمانوں سے ناپتے ہیں اور دل میں جتنی بھی عظمت ہو اور دل جتنا بھی خدا کے حضور جھکا ہوا ہو اسی نسبت سے ہم ناپ ناپ کر ان کے بدلے دیتے ہیں اور پھر ان کو بڑھا دیتے ہیں اور اتنا بڑھا دیتے ہیں کہ دل کے تصور میں بھی وہ بات نہیں آسکتی۔

یہ سلوک ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کرتا ہے۔ اب یہ ہمارے سامنے ہے۔ مگر یاد رکھیں کہ اس کی توفیق کہ کس تک حد ہم اپنی دعاؤں کو پاک اور صاف کریں؟ کس حد تک اپنی اولاد کو ان دعاؤں کے مطابق ڈھالنے کی توفیق پائیں؟ یہ توفیق بھی اللہ ہی سے ملے گی اور صرف دعائیں ہی نہ کریں اپنی دعاؤں کے صالح اور دعاؤں کے پاک ہونے کے لئے بھی دعا کیا کریں۔ اِیَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ ﴿۵﴾ میں یہ مضمون بھی داخل کرلیں کہ اے خدا تیری عبادت کرنا چاہتے ہیں مگر عبادت کے رنگ بھی تجھ سے ہی حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اِیَّاكَ نَسۡتَعِیۡنُ تیری مدد کے بغیر ہم کوئی عبادت نہیں کر سکتے۔

پس میں امید رکھتا ہوں کہ اس انکسار کے مقام تک خدا ہمیں پہنچنے کی توفیق عطا فرمائے گا جس کے نتیجے میں وہ خود ہی ہمیں سمجھائے گا کہ دعا کیسے کرنی ہے اور کیا کرنی ہے؟ خود ہی ان دعاؤں کے نتیجے میں قربانیوں کی توفیق بخشے گا، خود ہی ان قربانیوں کو قبول فرمائے گا اور ان کی جزا اتنی عظیم ہوگی کہ ہمارے خواب وخیال میں بھی نہیں آسکتی۔ ہم اس دنیا سے گزر جائیں گے مگر ہماری قربانیوں کا پھل آنے والی نسلیں ہمیشہ ہمیش کے لئے کھاتی چلی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس رنگ میں خدا کے حضور اپنی جان، اپنے مال، اپنے وقت، اپنی عزت اور اپنی اولادوں کو قربان کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

خطبہ ثانیہ کے بعد حضور نے فرمایا:

آیئے اب آخری دعا میں شامل ہوں گے۔ آج کے بقیہ پروگراموں سے متعلق میں ایک

وضاحت کر دینا چاہتا ہوں کہ اس عید کو جس کو عامۃ الناس میں بڑی عید کہا جاتا ہے جو عیدالاضحیہ قربانیوں کی عید ہے، اس عید کے فرائض کی ادائیگی کے معاً بعد چونکہ لوگوں نے قربانی کرنی ہوتی ہے یا قربانی سے تعلق رکھنے والی خوشیاں منانی ہیں یعنی قربانی کا گوشت خواہ خود نہ بھی دے رہے ہوں مگر اس دن یہ مسلمانوں کے لئے خاص طور پر گوشت کھانے کی خوشیوں کا دن بن جاتا ہے۔ اب یہ جو گوشت کھایا جاتا ہے اس کی لذت میں اضافہ تبھی ہوگا اگر آپ ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی یاد اور حج پر جو قربانی خدا کے حضور پیش کی جاتی ہے اس کو پیش نظر رکھیں ورنہ خالی بوٹیاں کھانے سے تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا، صرف پیٹ خراب ہوگا۔ اس طرح کھائیں کہ یاد کریں کہ یہ قربانی جو دی گئی تھی یہ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روح کی قربانی کا ایک مظہر تھی اور ہم جو قربانیاں دے رہے ہیں یہ ہمیں یاد دلا رہی ہیں کہ اصل قربانی **ذبح عظیم** ہے۔

پس جب قربانی کا گوشت کھاؤ تو یاد رکھو تمہیں اپنی جان، مال، بچوں کی قربانی ہے جو خدا کے حضور پیش کرنی ہے اور وہی اصل عید ہے جو مومن کو یہ قربانیاں یاد دلاتی ہیں۔ تو اس کو نہ بھولیں اور اب چونکہ ساری دنیا میں یہ خطبہ سنا جا رہا ہے اس لئے انگلستان کے حوالے سے تو یہ شاید ممکن نہ ہو مگر سب دنیا میں یہ ممکن ہے کہ غریبوں کو اس قربانی میں خصوصیت سے یاد رکھیں اور جہاں تک ممکن ہو اپنے گھر کے لئے رکھے ہوئے گوشت کے علاوہ یا نظام جماعت کی معرفت یا اپنے طور پر براہ راست غریبوں میں گوشت تقسیم کریں کیونکہ یہ وہ ایک دن ہے جس میں کئی بلکہ لاکھوں کروڑوں غریب ایسے ہوں گے جن کو بس اسی دن گوشت نصیب ہوتا ہے۔

تو یاد رکھیں کہ اس کی لذت میں جب تک آپ غربا کو شامل نہ کریں آپ کا دل لذت پا ہی نہیں سکتا یعنی حقیقی لذت نہیں پا سکتا۔ پس جہاں تک ممکن ہے زیادہ سے زیادہ غربا میں یہ گوشت تقسیم کریں اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے نظام جماعت کی معرفت بھی کریں اور خود بھی اپنے گردو پیش نظر ڈال کر جہاں تک توفیق ہے اس اہم اور قربانی میں شامل عمل کی توفیق پائیں کیونکہ یہاں غریب کو گوشت پہنچانا بھی آپ کی قربانی کا ایک جزو بن جائے گا اور یہ جزو آپ کی لذت میں اضافہ کرے گا۔

یہ وہ نصیحت ہے مختصر جو میں آپ کو اس سلسلے میں کرنی چاہتا ہوں اور اب ہم دعا کروائیں

گے لیکن مقامی طور پر جو نصیحت ہے، جو باتیں بیان کرنی ہیں وہ یہ ہیں کہ اس عید کے معاً بعد مصافحہ نہیں کیا جاتا کیونکہ جس قربانی کا میں نے ذکر کیا، جن مصروفیات کا ذکر کیا ہے وہ اس بات میں مانع ہوتی ہیں کہ عید کے بعد دیر تک لوگوں کو بٹھایا جائے۔

جہاں تک جمعہ کا تعلق ہے اس سلسلہ میں پہلے یہ فیصلہ تھا کہ ساڑھے بارہ بجے جمعہ ہو جائے کیونکہ بعض فقہاء جن میں حضرت امام مالکؒ بھی شامل ہیں ان کا یہ فتویٰ تھا یا ہے کہ عید والے دن جمعہ کو سورج کے زوال سے پہلے بھی پڑھا جا سکتا ہے مگر اکثر فقہاء اس بات کو تسلیم نہیں کرتے بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ حدیث سے جو استنباط کیا گیا ہے وہ درست نہیں اور جو تسلیم کرتے ہیں وہ بھی یہ کہتے ہیں کہ ایسا کرنا چونکہ امکان ہے، یہ نکل سکتا ہے معنی اس لئے ہم اس کو حرام تو نہیں کہیں گے مگر غیر معمولی حالات میں اس وقت کا خلیفہ اگر فیصلہ کرے تو ایسا کیا جائے ورنہ نہ کیا جائے۔

تو ساری دنیا میں جہاں بھی جمعہ پڑھا جا چکا ہے ان کے لئے تو بات پرانی ہو گئی مگر جنہوں نے ابھی پڑھنا ہے کیونکہ نصف دنیا ایسی ہے جس نے ابھی جمعہ پڑھنا ہے ان کو یہ نصیحت ہے کہ وہ عید والے دن عید الگ پڑھیں اور جمعہ الگ پڑھیں اور جمعہ کے لئے زوال کا انتظار کریں۔ تو اس سے پہلے میں نے ساڑھے بارہ بجے کا جو اعلان کروایا تھا وہ زوال کے وقت سے پہلے کا ہے، اس کو میں نے تبدیل کر دیا ہے۔ اب ہم انشاء اللہ تعالیٰ ایک بجے پورے اذان شروع کریں گے اور جب تک جمعہ شروع ہو گا اس وقت تک زوال ہو چکا ہو گا سورج کا اور اس دفعہ جمعہ کا خطبہ بہت مختصر دوں گا تا کہ واجبی طور پر سنت پوری ہو اور اس کے بعد آپ لوگ فارغ ہوں گے۔ پھر جہاں جہاں بھی آپ نے اپنے مختلف جگہ اڈے بنائے ہوئے ہیں قربانیوں کے گوشت کے تکے بنانے کے وہ آپ جا کر شوق سے کریں تو اس مختصر وضاحت کے بعد آیئے اب ہم دعا میں شامل ہو جائیں۔

اس کے بعد حضور نے دعا کروائی اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہنے کے بعد سب کو عید مبارک دی۔